بے چراغ غزہ کا رمضان

منصور جعفر

اب تک ۳۲ ہزار سے زیادہ فلسطینی جان سے جا چکے ہیں، جن میں دو تہائی تعداد میں فلسطینی خواتین اور بچے شامل ہیں۔ اسرائیل کو مغربی دنیا میں ہونے والے مظاہروں کی پروا ہے نہ ۵۷ رکنی 'اسلامی تعاون تنظیم' (OIC) کا کوئی دباؤ۔ وہ پوری طرح دولت وثروت اور قوت وسلطنت کے حاملین سے بے نیاز ہے۔ اسی سبب رمضان المبارک کے دوران بھی اسرائیل نے غزہ میں جنگ بندی کرنے سے انکار اور رفح پر جنگی یلغار کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔ صرف یہی نہیں غزہ کے ۲۳ لاکھ سے زائد فلسطینیوں کے لیے رمضان المبارک میں بھی خوراک اور ادویات تک کی فراہمی میں حائل بے رحمانہ رکاوٹوں کو ہٹانے تک کے لیے تیار نہیں ہوا۔

یورپی یونین کے خارجہ امور کے سربراہ جوزپ بوریل نے تو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں اس حد تک کہہ کر عالمی ضمیر کو جھنجھوڑنے کی کوشش کی کہ 'غزہ میں فلسطینیوں کے خلاف بھوک کو جنگی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے'، مگر تاحال سلامتی کونسل کے ضمیر کی نیند پوری طرح سلامت ہے۔

نہ صرف یہ کہ غزہ میں اسرائیل نے اشیائے خورد ونوش کی ترسیل رمضان المبارک میں بھی روکے رکھی بلکہ فلسطینیوں کو سحر وافطار اور صلوٰۃ وتراویح کے دوران کسی بھی وقت بمباری کا نشانہ بنایا۔ اسی طرح اسرائیلی میزائل اور ڈرون حملوں کے ساتھ ساتھ ٹینکوں سے گولہ باری اور سنائپرز کا استعمال بھی جاری رکھا اور غزہ کو ملبہ کا ڈھیر بنا کر رکھ دیا ہے۔ واضح طور پر اسرائیل کا اعلان ہے 'کرلو جو کرنا ہے، میں اسرائیل ہوں! جو چاہوں گا کروں گا'۔ اس بہیمانہ طرزِ ریاست نے پورے

خطے ہی نہیں عرب و عجم میں پھیلی مسلم دُنیا کو ایک سانپ کی طرح سونگھ کر چھوڑ دیا ہے۔

بات غزہ میں ملبے کے ڈھیر اور چند بچے کھچے بے چراغ گھروں کی ہو رہی تھی۔ یہ درمیان میں 'راکھ کے پرانے چلے آرہے ڈھیر' کا ذکر آ گیا۔ واپس اسی بے چراغ اور تاراج غزہ کی گلیوں کی طرف چلتے ہیں جہاں موت و حیات کی کش مکش جاری ہے، مگر اہل غزہ نے اعلان کر رکھا ہے کہ وہ ہر قیمت اور ہر صورت زندہ رہیں گے۔

یہی وجہ ہے کہ چھٹے ماہ میں داخل اسرائیلی جنگ نہ ان کے عزم کو کمزور کر سکی ہے اور نہ اُمید کو مایوسی میں بدل سکی ہے۔ اس عزم اور امید کا تازہ اظہار رمضان المبارک کی آمد کے موقعے پر دیکھنے میں آیا۔ اگرچہ غزہ اور اس سے جڑے فلسطینی علاقوں، مقبوضہ مغربی کنارے اور مشرقی بیت المقدس بشمول مسجد اقصیٰ پر اسرائیلی جبر کے سائے گہرے اور سنگین پہرے ہیں، اس کے باوجود غزہ میں گھروں کے ملبے پر بھی اہل غزہ نے علامتی طور پر ہی سہی رمضان المبارک کا استقبال کیا۔

روایتی انداز میں غزہ کے فلسطینیوں نے رمضان کی آمد پر اپنے اپنے گھروں کے ملبے کے ڈھیروں پر بھی سجاوٹی جھنڈیاں لگائیں اور چراغاں کرنے کی کوشش کی۔ بلاشبہہ یہ جھنڈیاں اور یہ چراغاں وسیع پیمانے پر نہیں، مگر یہ ان کی اللہ کی رحمت و نصرت اور برکت سے اُمید کا غیر معمولی اظہار ضرور ہے۔

ایک ایسا اظہار جس سے صاف لگ رہا ہے کہ جس طرح فلسطینی روایتی طور پر اپنی اگلی نسلوں کو اپنے 'حق وطن واپسی' کی علامت کے طور پر 'کنجیاں' منتقل کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اس رمضان المبارک کی آمد کے موقعے پر بھی اپنے پُرجوش جذبے کا حتی المقدور اور روایتی اظہار کرکے انھوں نے اپنی اگلی نسلوں کو رحمتِ خداوندی سے جڑے رہنے کا سبق اور بے رحم دنیا کو پیغام دیا ہے: 'مایوس نہیں، پُرامید اور پرعزم ہیں ہم'۔

غزہ کے فلسطینی بدترین جنگ میں اپنے بہت سے پیاروں کو کھو چکے ہیں۔ چھتوں سے محروم ہو کر بے گھر ہو چکے ہیں، حتیٰ کہ کھانے پینے کی بنیادی اشیا تک سے بھی محروم کر دیے گئے ہیں۔ بزبانِ حال کہہ رہے ہیں کہ امید اور حوصلے کا دامن چھوڑ دینا ان کا شعار نہیں ہے۔

ان فلسطینیوں کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ عالم اسلام کے قبلہ اول کے امین اور متولی

ہونے کے ناتے وہ مسجد اقصیٰ کے لیے بھی تمام تر مشکلات کے باوجود بلا کا اہتمام کرتے ہیں۔ وہ آج بھی ارضِ فلسطین کو معراج کی سرزمین کے طور پر عقیدت ومحبت سے دیکھتے ہیں۔ اس لیے اس کے تحفظ اور مسجد اقصیٰ میں عبادت کے لیے اپنی زندگیوں کی ہی نہیں بچوں کی جانیں تک قربان کرنے کو تیار رہتے ہیں۔

مسجد اقصیٰ کے گرد لگے اسرائیلی فوجی پہروں کو بار بار توڑتے ہیں۔ خصوصاً رمضان المبارک میں یہاں جوق در جوق پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ خود آتے ہیں بلکہ اپنے اہل خانہ کو ساتھ لاتے ہیں۔ فلسطینی خواتین اس سلسلے میں مردوں سے کسی بھی طرح پیچھے رہنے والی نہیں ہیں۔ جیسا کہ انھوں نے غزہ کی چھٹے ماہ میں داخل اسرائیلی جنگ میں ہزاروں کی تعداد میں جانیں پیش کر کے بھی ثابت کیا ہے۔

یہ فلسطینی خواتین 'المرابطات' کی صورت رمضان المبارک میں مسجد اقصیٰ آکر تلاوت ونوافل کا اہتمام کرتی ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ افطاری کے اوقات میں حرمِ اقصیٰ میں موجود نمازیوں کے لیے سامان افطار کا بھی اہتمام کرتی ہیں۔ گویا تمام تر اسرائیلی پابندیوں کے باوجود رمضان المبارک میں بطور خاص مسجد اقصیٰ کا آنگن رحمتوں سے بھرا ہوا نظر آتا ہے۔ فلسطینیوں کے پورے پورے گھرانے رحمت وبرکت اور اسرائیلی عذاب سے نجات کی تمناؤں کے ساتھ اپنی جانوں پر کھیل کر یہاں پہنچ کر تلاوت وتراویح اور اعتکاف کا اہتمام کرتے ہیں۔

فلسطینی عوام اپنی اس روایت کو اس رمضان المبارک میں بھی تمام تر اسرائیلی رکاوٹوں اور جنگی قہر سامانیوں کے باوجود جاری رکھنے کے لیے تیار رہے۔ وہ مسجد اقصیٰ جسے اسرائیل کھنڈر میں تبدیل کرنے پر تلا ہوا ہے، آباد رکھنے کی کوشش میں رہتے ہیں، اس پر چراغاں کا اہتمام کرتے ہیں۔

اسرائیل ایک عرصے سے مسجد اقصیٰ میں ۴۰ سال سے کم عمر کے فلسطینیوں کے داخل ہونے پر پابندی لگائے ہوئے ہے۔ بڑی عمر کے لوگوں کو اجازت بھی انتہائی محدود تعداد میں دی جاتی ہے۔ جگہ جگہ ناکے، چوکیاں، جامہ تلاشیاں اور پہرے اسرائیلی ریاست کی سالہا سال سے امتیازی شناخت بن چکے ہیں تاکہ مسلمان مسجد اقصیٰ میں نہ جاسکیں۔

رمضان المبارک سے پہلے بھی یہ پابندیاں اور رکاوٹیں پورا سال موجود رہتی ہیں، لیکن

رمضان المبارک میں مزید سخت کر دی جاتی ہیں۔ یہودی بستیوں میں گھرے مغربی کنارے اور بیت المقدس میں اسرائیلی فوج، پولیس اور یہودی آبادکاروں کو مسجد اقصیٰ کی طرف آنے والے مسلمانوں کو روکنے کے لیے بےرحمی سے استعمال کیا جاتا ہے۔

اس سال نتن یاہو کے انتہا پسند اتحادی بن گویر نے بیان دیا ہے کہ مسلمانوں کو مسجد اقصیٰ جانے کی اجازت دینے کا رسک نہیں لے سکتے۔لیکن حقائق نے بتایا یہ سوچ غلط ہے کہ اہل فلسطین بھی ہماری طرح کے دیگر مسلمانوں کی طرح تذبذب میں پڑ کر رُک جائیں گے، چپ ہو کر بیٹھ جائیں گے، خوفزدہ ہو جائیں گے یا سمجھوتہ کرلیں گے۔صیہونیوں کا یہ اندازہ غلط ثابت ہوا، اور مسلمان مرد وزن پروانوں کی طرح، مسجد اقصیٰ کی طرف کھنچے چلے آئے۔

غزہ میں اتنی وسیع پیمانے پر تباہی اور بڑے پیمانے پر اموات کے بعد بھی اگر فلسطینی بھائی رمضان المبارک کی آمد پر اپنے گھروں کے ملبے پر بیٹھ کر جھنڈیاں لگاتے اور چراغاں کرتے ہیں تو کیونکر ممکن ہے کہ مسجد اقصیٰ کے لیے اسرائیلی ایجنڈے کی راہ ہموار کرنے میں وہ بھی دوسروں کی طرح سہولت کار اور معاون بننے کے الزام کی کالک اپنے منہ پر ملیں؟ رمضان المبارک تو رحمت، برکت ونصرت کا مہینہ ہے۔اس میں قرآن نازل ہوا تھا۔اس میں تو اللہ کے فرشتوں اور روح الامین کی آمد ہوتی ہے۔فرشتے نصرت لے لے کر آتے ہیں، اس لیے کوئی تیل بھیجے نہ بھیجے، وہ تو اپنے خون سے بھی مسجد اقصیٰ کے چراغوں کو روشن رکھیں گے۔

خواہ ان کے سحر وافطار کے دسترخوان، ان کے اڑوس پڑوس اور دور ونزدیک کے آسودہ حال مسلمانوں کے دسترخوان انواع واقسام کے کھانوں سے محروم رہیں، کہ وہ اب پرندوں کی خوراک اور جانوروں کے چارے یا درختوں کے پتوں پر گزارا کرنے کے عادی ہورہے ہیں۔

جنگ بندی کا نہ ہونا اور ناکہ بندیوں کا ہونا، اب ان کے لیے معنی نہیں رکھتا۔انھیں یقین کی دولت مل چکی ہے کہ اصل روشنی تو خونِ جگر سے جلائے جانے والے چراغوں سے ہوتی ہے، کہ جنھیں حق نے دیئے ہیں اندازِ خسروانہ!